سے بہتر ہے۔" آپؒ سے اس فضیلت والے علم کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "یہ وہ علم ہے، جس سے لوگوں کو دین کے معاملے میں فائدہ پہنچے۔" [أیضا ١/٦٠] مالک بن دینارؒ کہتے ہیں: "جو کوئی اپنی ذات (کی ضرورت) کے لیے علم حاصل کرے تو اسے تھوڑا سا علم کافی ہے؛ اور جو دوسرے لوگوں کی خاطر حاصل کرے، تو لوگوں کی حاجتیں بے تحاشا ہیں۔" [أیضاً ح:٥١١]

امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: "علم" کی دو قسمیں ہیں: (١) تصدیق شدہ نقل (یعنی روایت)، (٢) تحقیق شدہ استدلال۔ پھر روایت کی دو قسمیں ہیں: (١) رسول معصوم ﷺ سے نقل، (٢) غیر معصوم سے نقل [مقدمة فی أصول التفسیر ص:١٧]

اسلامی نظامِ تعلیم میں تدریس کے اصول:

قرآن پاک اور رسول اکرم ﷺ کی مقدس تعلیمات سے درج ذیل اصول تدریس اخذ کیے گئے ہیں:

معلم کے لیے ضروری ہے کہ: (١) مخلص ہو، (٢) علم میں راسخ ہو، (٣) با اعتماد ہو، (٤) محتاط اور مؤثر ہو، (٥) وقت کا پابند ہو، (٦) طلباء کو سمجھانے کے لیے مثالوں سے کام لینے والا ہو، (٧) تدریسی زبان پر مہارت ہو، (٨) تدریس کے میدان میں ترقیاتی معلومات سے آگاہ ہو۔

متعلم کے لیے ضروری ہے کہ: (١) حصول علم میں مخلص ہو، (٢) اس راہ میں مشکلات پر صبر کرنے کا جذبہ رکھتا ہو، (٣) حصول علم کا خوب شوقین ہو، (٤) وقت کا پابند ہو، (٥) علم اور اس کے ذرائع (قلم، کتاب وغیرہ) کا احترام کرنے والا ہو، (٦) معلم کا احترام کرنے والا ہو، (٧) ہمدرس ساتھیوں اور انتظامیہ کے ساتھ تعاون کرنے والا ہو۔

تدریس کے بنیادی اصول: (١) بچوں کے لیے آسان سے مشکل کی طرف بتدریج بڑھنا، (٢) بیان کو مثالوں کے ذریعے واضح کرنا، (٣) پڑھائی کا مواد اہم اور قابل عمل ہونا چاہیے۔ (٤) متعلم کے ذہنی معیار کو مدنظر رکھ کر تعلیم دینا چاہیے، (٥) پڑھائی کا دورانیہ مناسب ہونا چاہیے۔ (٦) مناسب وقفے سے تعطیل کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ (٧) اگر درس متعلم کی سمجھ سے بالا ہو تو اس کو مختلف مراحل میں تقسیم کر کے سادہ بنانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ (٨) عوام کو تعلیم دینے کے لیے اہم ترین سے شروع کر کے اہم تر پھر اہم چیز کی طرف بڑھنا چاہیے۔ (٩) حسب ضرورت تدریسی معاونات کا استعمال کر کے درس کو ذہن نشین کرانا چاہیے۔ (١٠) متعلم کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کا رویہ اپنانا چاہیے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اسلام ہمارا دین

دین اسلام سے وفاداری

ہاجرہ مہدی

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ [آل عمران ۱۹] "بیشک اللہ پاک کے نزدیک اصل دین تو اسلام ہے۔" حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اہم ترین سوال کیا: مجھے اسلام کے بارے میں ایسی نصیحت فرمائیے، جس کے بعد مجھے کسی اور سے پوچھنے کی نوبت نہ آئے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قل آمنتُ باللّٰهِ فاستقِمْ" [صحیح مسلم الإیمان باب ۱۳ ح:۳۸] "تم اقرار کرلو کہ میں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، پھر اسی پر قائم رہو۔" دوسری روایت میں ہے کہ پھر انہوں نے پوچھا: آپ مجھ پر عدم استقامت کا زیادہ خطرہ کسی چیز میں محسوس فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "اس کی حفاظت کرو۔" [مسند أحمد ح:۱۵۴۱۶-۱۵۴۱۹]

دین اسلام اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام اور کلام ہے۔ اس کے بنیادی اصول اٹل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو قبولیت توبہ کے بعد دنیا میں بھیجتے وقت ارشاد فرمایا تھا: ﴿فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝﴾ [البقرة ۳۷] "یقیناً تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے گی، پس جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے، اسے کوئی خوف لاحق نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

پھر ہدایتِ الٰہی اولین انسان کو عطا فرما کر نبوت سے سرفراز کیا۔ اسی دن سے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک سارے بنی نوع آدم اللہ تعالیٰ کے دین یعنی "عقیدہ توحید واتباع سنت" پر قائم رہے، اگر چہ خواہشات نفسانی کے تحت بعض گناہوں کا ارتکاب بھی ہوا؛ لیکن شرک اور بدعت سے تمام انسان اجتناب کرتے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے شیطان ملعون لوگوں کو شرک میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہوا۔ پھر بدعات بھی ظاہر ہونے لگیں۔

بعد کے تمام انبیاء کرام نے اولاً عقیدہ توحید پر ثابت قدمی کی تبلیغ فرمائی، اس کے بعد لوگوں میں موجود دیگر برائیوں کے خلاف جہاد شروع کیا۔ سارے انبیاء کا پیغام یہی رہا: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ۝﴾ [الشعراء ۱۱۰، ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۴۴، ۱۵۰، ۱۶۳، ۱۷۹] "پس تم اللہ کی نافرمانی سے بچو اور میری اطاعت کرو۔" عقیدہ توحید واتباع سنت تمام انبیائے کرام کا دین ہے، ارکانِ ایمان اور اس کی تفصیلات اور اخلاقیات اسی دین کی بنیاد ہے، جن میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ﴾ [الأنعام ٣٤] ''اللہ پاک کے کلمات میں کوئی ترمیم کرنے والا نہیں۔''

البتہ بعض عبادات اور معاملات میں اللہ علیم وحکیم نے ہر دور کی صلاحیت وغیرہ کے لحاظ سے فرق بھی فرمایا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اسے ''نسخ'' کہتے ہیں۔ تمام انبیاء ورسل کے بعد افضل ترین رسول محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث فرمائے گئے، آپ پر تقریباً تیئس سال کے عرصے میں دین کے احکام بتدریج نازل ہوئے۔ اور اس کی تکمیل ایک ایسے مکمل ترین، افضل ترین اور آسان ترین شریعت پر ہوئی' جو قیامِ قیامت تک کے لیے اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة ٣] ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے مقرر کردہ دین کو مکمل فرما دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری فرمالی اور میں اسلام کو تمہارے لیے دین مقرر فرما کر راضی ہو گیا۔''

ہم سب کے خالق و مالک نے ہمارے لیے ''اسلام'' کو دین مقرر فرمالیا ہے۔ ہمیں اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لینا چاہیے کہ ہم نے خود کس ''دین'' کو پسند کر لیا ہے؟! کیا ہم واقعی اللہ کے دین کو اختیار کر چکے ہیں یا آباء واجداد کے دین کو؟! زیادہ تر لوگوں نے اکثر عقائد، بعض عبادات اور شاذ ونادر معاملات میں دین اسلام کو اختیار کر رکھا ہے۔ اور کچھ عقائد، کچھ عبادات اور زیادہ تر معاملات میں اپنے ذاتی رجحان کے مطابق من مانی کرنے کو ''دین'' سمجھ رکھا ہے۔

ہم کس ''دین'' پر زندگی کے شب و روز گزار رہے ہیں! کس ''دین'' پر مرنا چاہتے ہیں؟ اس سوال کا جواب ملے گا: ''دین اسلام پر'' یہ دعویٰ واقعی بہت عظیم ہے؛ لیکن اس مدعی کی قد و قامت پر نظر دوڑائیں، تو اس کی دلیل کم ہی نظر آئے گی۔ مثلاً اس کا چہرہ سنت نبوی کے مطابق نہ ہوگا، لباس محبتِ مصطفوی کے مطابق نہ ہوگا، اخلاق وکردار سے نسبتِ ''محمدی'' کم ہی جھلکتی ہوگی، اس کی نماز ''نماز مسنون'' نہیں ہوگی، خوشی اور غمی کے مواقع پر احکام دین کی پابندی نہیں ملے گی۔ اگر ہم دیندار ہیں' تو جانچ لیں کہ کتنے معاملات میں رب کی مانتے ہیں اور کتنے میں اپنی چلاتے ہیں؟! ''مسلمان'' خواتین کے فیشن ایبل لباس پر غور کریں، جو ہر سال نت نئے انداز لے آتے ہیں؛ ہر دفعہ پہلے فیشن سے زیادہ بے حیائی کی سوغات لاتے ہیں۔ جتنے فیصد ہم اپنی پسند چلاتے ہیں، اسی قدر ہم خواہشات نفسانی کو ''الوہیت'' کا درجہ دیتے ہیں۔ ﴿اَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝﴾ [الفرقان ٤٣] ''دیکھیے! جو کوئی اپنی خواہشات کو معبود بنائے تو کیا آپ اس کی وکالت کریں گے؟!'' اگر گناہوں اور کافرانہ فیشنوں کے دلدادہ ہو کر چرچا کرتے پھریں کہ ''ہمارا رب اللہ ہے۔'' تو ہم نے ''قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ'' پر بظاہر عمل کر لیا جو کہ مختصر کام ہے؛ لیکن اس فرمانِ نبوی کے دوسرے حصے ''ثُمَّ اسْتَقِمْ'' پر عمل کہاں ہے جو کہ ہر منٹ اور ہر سیکنڈ کرنا ہے؛ موت تک لگاتار جاری رکھنا ہے؟! اسلاف کرامؒ نے اپنی ساری زندگیاں اسی استقامت میں

گزاریں اور اللہ کے ہاں اپنا مقام بنا کر چلے گئے۔سو فیصد دین پر پابند رہ کر رب کے ہاں جانے والوں کے لیے رب کریم نے انعام تیار رکھا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ○ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ○﴾[فصلت ۳۰-۳۲] "بیشک وہ سعادتمند جنھوں نے اعلان کیا "ہمارا رب اللہ ہے" پھر اسی پر جمے رہے، ان پر (موت کے وقت) فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ آپ لوگ کوئی خوف محسوس نہ فرمائیں اور نہ فکرمند ہوں، اور اس جنت کی بشارت پر خوشی منائیں، جس کا آپ لوگوں سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ہم دنیاوی زندگی میں آپ کے خیر خواہ تھے اور آخرت میں بھی یہ دوستی جاری رہے گی۔اور آپ لوگوں کے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز تیار ہے، جس کو آپ کے دل چاہیں۔اور آپ لوگوں کو ہر وہ چیز مہیا ہوگی جو آپ طلب فرمائیں۔یہ خوب مغفرت فرمانے والے اور خوب رحمت والے اللہ کی طرف سے مہمان نوازی کا انتظام ہے۔"

زندگی کے بعض مراحل میں ﴿رَبُّنَا اللَّهُ﴾ کہنا اور بعض میں من مانی کرنا "ما أنا عليه وأصحابي" والا دین نہیں؛ بلکہ مشرکین والی عبادت ہے۔مثلاً شادی کے مواقع پر بہت سے مسلمان اللہ کا دین پس پشت پھینک کر خود ساختہ رسوم پر چلتے ہیں۔فوٹو گرافی، قیمتی شادی کارڈ، اختلاط مرد وزن، ڈھول باجے، گانے، پٹاخے وغیرہ پر بیدریغ پیسے ضائع کرتے ہیں۔کوئی نصیحت کرے تو کہتے ہیں:"خوشی کا ایسا موقع بار بار نہیں آتا۔"اس طرح اسلام سے بیوفائی کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کفار دین اسلام کے باغی وسرکش ہو کر عیش وعشرت اور ناز ونعمت میں، اور مسلمان ﴿رَبُّنَا اللَّهُ﴾ کہنے کے باوجود ہر جگہ ذلیل وخوار کیوں ہیں؟ بات یہ ہے کہ مسلمان اللہ پاک کو پہچان کر، اس کی الوہیت کا اقرار کر کے کبھی وفاداری کرتا اور کبھی دغا بازی دکھلاتا ہے، تو اسے نقد سزا کے طور پر دنیا میں برے دن دکھاتا ہے۔☆

کسی بھی دھرتی پر استحکام اس وقت ہوتا ہے جب اقوام دین پر چلتی رہیں۔اگر دین سے پھر جائیں، حدود الٰہی سے نکل جائیں تو پھر اللہ پاک انہیں فنا کر کے دوسری قوم کو بسا لیتا ہے۔﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ﴾ [المائدة ٦٨] "اے اہل کتاب! تم کسی پائیدار بنیاد پر نہیں ہو یہاں

☆ ایک وجہ تو یہ ہے کہ دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر سے بھی حقیر تر ہے، اس لیے ہر ناپسندیدہ مخلوق کو بھی بیدریغ دیتا ہے۔ جبکہ دین اور نجات اخروی بڑی دیرپا اور قیمتی چیز ہے، اس لیے بندگانِ خاص کے لیے مخصوص کر رکھی ہے۔ (ابو محمد)